Regd. No. A. 923
Telephone No. 29
Telegram "ANJUMAN"

قیمت سالانہ تین روپے
ایک پرچہ دس نئے پیسے
تاریخ اشاعت
۱ ، ۸ ، ۱۵ ، ۲۲

انجمن ترقی اردو ہند کا ہفتہ وار اخبار

ہماری زبان

ایڈیٹر :- آل احمد سرور

جلد ۱۶ | علی گڈھ۔ ۱۵ اکتوبر ۱۹۵۷ء | شمارہ ۳۹

اردو رسم خط کی تبدیلی کا مسئلہ

از حمید جمال۔ ایم۔ اے

ایک مدت سے اردو رسم الخط کی تبدیلی کا مسئلہ زیر غور ہے اس سلسلے میں جو کچھ لکھا جا چکا ہے یک جا جمع کیا جائے تو شاید ہزاروں صفحات کی ضخیم جلدیں مرتب ہو سکتی ہیں مگر افسوس اتنا کچھ ہونے کے باوجود آج تک اس کا کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہوا اب پھر یہ مسئلہ زیر غور ہے۔ اس میں حصہ لینے والوں کے تین خاص گروہ ہیں اول وہ جو اردو کے موجودہ رسم الخط کے حامی ہیں اور زیادہ سے زیادہ چند معمولی تبدیلیاں کر کے لکھنے کی آسانیاں پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ دوسرا گروہ چاہتا ہے کہ اردو کو ہندی رسم الخط میں لکھا جائے۔ تیسری جماعت رومن لپی کو اختیار کر لینے کی حمایت کرتی ہے۔

جو لوگ اردو کے موجودہ رسم الخط کو بدلنا نہیں چاہتے وہ عام طور پر ان خدشات میں مبتلا ہیں کہ اگر رسم الخط بدل دیا گیا تو اردو کا مزاج بدل جائے گا۔ الفاظ کی نوعیت بدل جائے گی۔ تلفظ کی نفاست ختم ہو جائے گی ان کے مادے کا پتہ لگانا مشکل ہو جائے گا۔ وغیرہ وغیرہ۔ اگر رسم الخط بدلا گیا تو کچھ تو کسی قدر ہو کر رہے گا لیکن اس قدر نہیں جتنا کہ مبالغہ کے ساتھ اظہار کیا جاتا ہے۔ مثال کے لئے ڈاکٹر براؤن کی مشہور کتاب A Literary History of Persia کا حوالہ دینا کافی ہوگا۔ عربوں کے ایران فتح کر لینے سے پہلے فارسی اپنے قدیم رسم الخط میں لکھی جاتی تھی۔ تمام ایران اور فارسی بولنے والوں کے تمام علاقوں پر جب عربوں کی حکومت قائم ہو گئی تو وہاں کے باشندوں نے نیا عربی رسم الخط کو اپنے رسم الخط سے بہتر پایا اور اسے ضروری اضافہ کے ساتھ اختیار کر لیا۔ ڈاکٹر براؤن اس تاریخی تبدیلی کا حوالہ دیتے ہوئے کہتا ہے "پرانے رسم الخط میں لکھے ہوئے کتبوں کو اگر موجودہ رسم الخط سے پڑھنے لکھنے والے فارسی داں کے سامنے پڑھا جائے تو وہ تقریباً کوئی فرق محسوس نہیں کرے گا"۔ اس سے ثابت ہوا کہ جن خدشات کا اظہار کیا جاتا ہے وہ بہت حد تک بے بنیاد ہیں۔ پھر اس امر پر بھی غور کیا جائے کہ پرانے رسم الخط میں لکھی جانے والی فارسی کا کوئی شاعر اور کوئی مصنف اتنا مشہور نہیں ہوا جتنا کہ عربی رسم الخط اختیار کرنے اور عربی زبان کی اعانت حاصل کرنے کے بعد فارسی زبان کے شاعر اور مصنف مشہور ہوئے۔ یہ کوئی معمولی بات نہیں کہ دنیا کا سب سے بڑا شاعر شیکسپیر مانا جاتا ہے اور انگریزی زبان دنیا کے سات ملکوں کی مادری زبان ہے لیکن اس کی برسی صرف انگلینڈ میں منائی جاتی ہے۔ مگر فارسی کے مشہور شاعر خیام کی برسی نہ صرف ایشیا بلکہ یورپ کے متعدد ممالک میں منائی جاتی ہے۔ فردوسی کی بھی برسی دنیا کے کئی ممالک میں منائی جاتی ہے۔ عوامی شاعر ہونے کے باعث نظامی گنجوی کی برسی ماسکو میں منائی جاتی ہے۔ سعدی شیرازی ساری دنیا میں سب سے بڑے معلم اخلاق شاعر اور مصنف تسلیم کئے جاتے ہیں۔ اگر اردو کے لئے رومن رسم الخط اختیار کر لیا جائے اور علوم و فنون فلسفہ اور سائنس کی علمی اصطلاحوں کو جہاں تک ممکن ہے ترجمہ کر کے اور جہاں ممکن نہیں اسی طرح قبول کر لیا جائے تو اسے بھی بلند پایہ علمی درجہ نصیب ہو سکتا ہے اور ممکن ہے کہ موجودہ ترقی یافتہ زبانوں کی جو رومن رسم الخط میں لکھی جاتی ہیں، اعانت حاصل ہونے کے بعد اس کے شعراء اور ادباء بھی فارسی کے شعراء و ادباء کی طرح دنیا میں ناموری حاصل کر سکیں جس کے قوی امکانات ہیں۔

یہ لوگ اردو رسم الخط کو ہندی جیسے ناقص رسم الخط سے بدلنا چاہتے ہیں۔ شاید انھوں نے صرف ہندستان اور اپنے محدود ماحول کو مدنظر رکھا ہے اور اس کا خیال نہیں رکھا کہ یہ مشینوں اور سائنس کا دور ہے۔ علاوہ ازیں انھوں نے دنیا کے حالات اور ممکنات مستقبل کو بھی نظر انداز کر دیا ہے یوں تو دنیا میں سیکڑوں زبانیں ہیں لیکن زمانۂ حاضرہ کے تمام علوم و فنون کتابی صورت میں دنیا کی چار زبانوں میں یعنی انگریزی جرمنی، فرینچ اور روسی زبان میں محفوظ ہیں یہ زبانیں رومن لیپی یا اس سے ملتے جلتے رسم الخط میں لکھی جاتی ہیں۔ رومن رسم الخط کو اختیار کرنے اور علوم و فنون کی اصطلاحوں کو اپنانے سے ہم ان زبانوں سے قریب ہو جائیں گے اور آئندہ بھی ان سے خوشہ چینی کرتے رہیں گے۔ جہاں تک ایجادات و انکشافات کا تعلق ہے دنیا کے تمام موجود مختلف عام طور پر انھیں زبانوں کے جاننے والے تھے طباعت و اشاعت کی جو مشینیں بھی ایجاد ہوتی ہیں وہ انھیں زبانوں کے رسم الخطوں کے پیش نظر ہوتی ہیں اس لئے اگر ہم طباعت کی سہولت کے پیش نظر ان میں سے کوئی رسم الخط اختیار کرنا چاہتے ہیں تو ظاہر ہے کہ رومن رسم الخط اختیار کریں گے۔ اس لئے کہ تاریخی واقعات کے نتیجے میں ہم اسی سے مانوس ہیں۔ اگر ایسا ہوا تو ہمیں ٹائپ کی اور طباعت کی تمام سہولتیں میسر آجائیں گی۔ یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ ہندی رسم الخط اختیار کرنے پر بھی تو طباعت کی آسانیاں حاصل ہو جائیں گی۔ اس میں شک نہیں کہ کسی حد تک یہ مسئلہ حل ہو جائے گا لیکن ٹائپ کی وہ رفتار اور دوسری سہولتیں نہیں مل سکتیں جو رومن لیپی اختیار کر لینے پر ملیں گی۔ اس لئے کہ ہندی ٹائپ میں جو دقتیں ہیں اور جن کی وجہ سے کسی عبارت کے ٹائپ کرنے میں جو وقت برباد ہوتا ہے اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔

ایٹمی توانائی کی ایجاد کے باعث اگر یہ کہا جائے کہ یہ زمانہ سائنس کی ایک شاخ کیمسٹری کا زمانہ ہے تو درست ہوگا۔ سائنس کا ہر طالب علم جانتا ہے کہ کیمسٹری میں مادوں کی خاص اصطلاحیں اور فارمولے ہیں جن کا ترجمہ تقریباً غیر ممکن ہے اس لئے کہ اگر آپ نے ترجمہ کیا تو کیمیا کے مساوات کی درستگی ناممکن ہو جائے گی۔ اگر ہم رومن رسم الخط میں اپنی زبان لکھنے لگیں اور سائنس اور کیمسٹری کی ضروری اصطلاحیں لے لیں تو اس زبان کے طالب علموں کے لئے سائنس کی تحصیل آسان ہو جائے گی ورنہ سائنس کی تحصیل کی آسانی کے لئے مجبوراً اردو کو چھوڑ کر دوسری زبان سیکھنی ہوگی ——— دنیا کے حالات

ONE WORLD AND ONE CULTURE کے امکانات کو مستحکم ترکرتے جا رہے ہیں اور مستقبل میں بقول علمائے مغرب ایسا ہو کر ہی رہے گا۔ کہ ساری دنیا کی ایک مرکزی حکومت ہوگی تمام ملکوں کی فوجی تنظیم ختم کر دی جائے گی تمام فوجیں مرکز کے ماتحت آجائیں گی۔ دنیا کے ممالک صرف اپنے اندرونی امن کی خاطر محدود تعداد میں پولیس رکھ سکیں گے اس طرح جنگ کے امکانات ختم ہو جائیں گے اور ایک دنیا اور ایک تہذیب کو پھولنے پھلنے کا موقع ملے گا اس وقت دنیا کی Lingua Franca بھی ایک یا زیادہ سے زیادہ دو۔ تین زبانیں ہوں گی۔ اور وہ یقیناً متذکرہ بالا چار زبانوں میں سے ہوں گی۔ چونکہ انگریزی زبان نہایت وسیع اور بلند پایہ زبان ہے اور دنیا میں اسے تقریباً ۲۲ کروڑ انسان جانتے ہیں۔ اس لئے یقینی طور پر مرکز کی زبانوں میں ایک زبان انگریزی بھی ہوگی۔ دنیا کے ہر گوشے کے لوگوں کو مرکز کی زبانوں میں سے کم از کم کوئی ایک زبان سیکھنا ضروری ہوگا اور ظاہر ہے کہ لوگ مرکز کی زبان اور مرکز کی تہذیب کو اختیار کرتے جائیں گے جس کے تجربے سے ہم برطانوی حکومت کے دور میں دوچار ہو چکے ہیں۔ انگریزی حکومت کے دور میں ہندستان کے بعض خاندانوں نے انگریزی زبان اور انگریزی تہذیب کو اس حد تک اپنایا کہ اپنی مادری زبانوں کو چھوڑ کر انگریزی زبان بطور مادری زبان کے اختیار کر لی بالکل اسی طرح مرکز کی زبان یا زبانوں کو دنیا کے لوگ اختیار کرنا شروع کر دیں گے۔ اس لئے ہو سکتا ہے کہ دنیا کی بیشتر کمزور زبانیں ختم ہو جائیں۔ لیکن پھر بھی کچھ زبانیں اپنے خوبصورت لٹریچر اور اپنی بے پناہ شیرینی کے باعث زندہ رہ جائیں گی۔ چونکہ اردو زبان نہایت شیریں اور پیاری زبان ہے اس کا لٹریچر بڑا حسین ہے اور اپنے اندر نوخیز جوانی کی سی توانائی اور دلکشی رکھتا ہے اس کے بولنے والوں میں ایک خاص تہذیب اور شائستگی پائی جاتی ہے اسے دنیا میں تقریباً ۸ کروڑ انسان بطور اپنی مادری زبان کے استعمال کرتے ہیں اور اس سے محبت رکھتے ہیں اس لئے دنیا کی چند بڑی زبانوں کے ساتھ اس کے زندہ رہ جانے کے امکانات ہیں بشرطیکہ اس کے رسم الخط کو تبدیل کر کے رومن رسم الخط اختیار کر لیا جائے تاکہ اور فوائد کے ساتھ مغربی دنیا میں اس کے لئے پھولنا پھلنا آسان ہو جائے۔ (باقی)

وزیر فنانس کی اُردو تقریر

ڈاکٹر گوپال ریڈی۔ فنانس منسٹر آندھرا نے بہ تقریب افتتاح بزم اردو جامعہ عثمانیہ بتاریخ ۹۔ اکتوبر ۱۹۵۰ء حسب ذیل تقریر فرمائی۔

جناب صدر اور پیارے بھائیو!

جامعہ عثمانیہ کے اردو کے طلبہ نے مجھے یہاں بلایا ہے اور اپنی انجمن کا افتتاح کرنے کا حکم دیا ہے۔ یہ بھی ان کا حکم ہے کہ افتتاحی تقریر اردو ہی میں کروں۔ مجھے پتہ نہیں یہ بات فخر کی ہے یا افسوس کی جن لوگوں کی مادری زبان اردو ہے اور جن کی پرورش اردو کی آب و ہوا میں ہوئی ہے ان کے سامنے اردو میں بولنے کی کوشش۔ ایک مشکل کوشش ہے۔ مگر میں کیا کروں۔ حکم ہے۔ مجھے اردو ہی میں بولنا پڑے گا۔ یہ جمہوریت کا زمانہ ہے اور عام لوگ جو چاہتے ہیں وہی ارکان حکومت کو کرنا پڑتا ہے۔ وزیر لوگ بیچارے اپنے ارادوں کے مطابق کچھ نہیں کرسکتے۔ آزاد ہند میں صرف وزراء آزاد نہیں۔

میں پہلی دفعہ اردو میں مخاطب کرنے کی کوشش کر رہا ہوں مجھے اچھی طرح معلوم ہے۔ کہ میری تقریر میں بہت سی غلطیاں ہونگی۔ مگر میں ان غلطیوں کو معاف کرنے کی التجا نہیں کروں گا۔ جب بچہ بولنا شروع کرتا ہے تو اپنی ٹوٹی پھوٹی بولی کے لئے ماں سے معافی نہیں مانگتا۔ میں بھی اردو کی آغوش میں ایک بچہ ہوں۔ اردو چاہے تو مجھے پیار دل چاہے تو پیار کرے۔ معافی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیا ہمت ہے میری کہ جہاں حال حال تک اردو لازمی طور پر پڑھائی جاتی تھی۔ اس یونیورسٹی کے طلبہ کے سامنے اردو اچھی طرح نہ جانتے ہوئے بھی اردو میں تقریر کرنے کھڑا ہوں۔ دنیا میں بہت کچھ تبدیلیاں ہوچکی ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ بھی ان میں سے ایک ہے کہ میں اردو میں تقریر کر رہا ہوں۔ اگرچہ کہ میں اردو سے اچھی طرح واقف نہیں ہوں خیر اب میری تقریر سنئے اور غور سے سنئے۔

میں ابھی ابھی حیدرآباد آیا ہوں۔ یہاں کی تہذیب کے لئے نیا ہوں۔ لیکن اردو سے میری پرانی دوستی ہے۔ اردو کا مجھے بہت دن سے شوق ہے۔ جب جب میں جیل گیا میں وہاں اردو سیکھنے کی کوشش کرتا تھا۔ لیکن جو کچھ سیکھتا جیل سے باہر نکلتے ہوئے جیل والوں ہی کو دے ڈالتا تھا اور اردو سے بھی رہائی پالیتا تھا۔ ۱۹۳۰ء ۱۹۳۲ء ۱۹۴۱ء اور ۱۹۴۲ء میں ایسا ہی ہوا۔ اب میں حیدرآباد میں حاضر ہوا اور جو کچھ یہاں سیکھ رہا ہوں اسے نہ جانے موسیٰ ندی کے سیلاب میں بہا دینا پڑے یا زندگی کے سفر میں اپنا ہم سفر بنا لینا پڑے۔ آئندہ کا حال خدا جانے مجھے امید تو ہے کہ اس دفعہ اردو مستقل طور پر ہی میرے ساتھ رہ جائیگی مجھے خوشی ہے کہ حیدرآباد کے ادبی بھوں کو دیکھ کر میں نے اردو "الف۔ب" سے نہیں شروع کی بلکہ اردو شاعروں کے بادشاہ مرزا غالب کو اپنا پہلا غائبانہ استاد بنایا۔ آپ کو شاید یقین نہ آئے مگر میں سچ بول رہا ہوں۔ بقول غالب

"کہتا ہوں سچ کہ جھوٹ کی عادت نہیں مجھے"

اردو شاعری سے مجھے بہت دلچسپی ہے اور میں اردو سیکھنے کی کوشش کر رہا ہوں اور اردو کے بارے میں اپنی دقتوں کو اس موقع پر ظاہر کرنا چاہتا ہوں۔ تلگو میں مذکر ہے یا غیر مذکر۔ مونث نہیں۔ بنگالی میں تو نہ مذکر ہے نہ مونث۔ تلگو میں ہاتھ۔ گیسو۔ چشم۔ دفتر۔ ریلوے اسٹیشن کتاب۔ گھی۔ موتی۔ یہ سب غیر مذکر ہیں۔ لیکن اردو میں ہر لفظ کی ایک جنس مقرر ہے۔ اگر یہ تقسیم جسمانی طور پر ہو تو جنس دیکھ کر بتائی جاسکتی ہے۔ رحمان نے روٹی کھائی۔ اور بشیر نے بیل کھایا اس میں فرق کو سمجھنا مشکل نظر نہیں آتا ہے اسی وجہ سے میں کبھی مونث کو مذکر اور مذکر کو مونث بول دیتا ہوں۔ اور جب میں کسی پر مونث سمجھ کر نظر ڈالتا ہوں اور وہ مذکر بن کر میرے سامنے آتا ہے تو مجھے بڑی شرمندگی ہوتی ہے۔ رتھ کے بارے میں غالب صاحب نے جو مزاحیہ تصفیہ کیا ہے وہ تو آپ کو معلوم ہی ہوگا۔ میری دوسری دقت کا۔ کی۔ کے اور تیسری دقت "نے" کے بارے میں ہے یہ باریکیاں جنوبی ہندوالوں کی نظر میں غیر موزوں ہیں ان مشکلوں کو حل کرنے کے لئے کیا کیا جانا چاہئے میں نہیں کہہ سکتا۔ آپ لوگ سوچیں۔

آپ جب اردو پڑھتے ہیں تو آپ کی نظر دائیں سے بائیں طرف جاتی ہے لیکن جب تلگو یا انگریزی پڑھتے ہیں تو نظر دائیں طرف جاتی ہے۔ اس لئے اردو کے طلبہ زیادہ آزادی سے جس طرف چاہیں نظر گھما سکتے ہیں۔ ان کی نظر وسیع ہوتی ہے اور آنکھوں کی قوت بھی بڑھی ہوئی ہوتی ہے اس وجہ سے شاید اردو شاعروں کی نظر جس پر اٹھتی بہت کچھ دیکھ لیتی ہے۔

ہزار جام تصدق ہزار میخانے تری نظر کی لطافت شراب کیا جانے

(باقی)

معاصرین

ڈاکٹر لوہیا اور اُردو

مجھے یہ معلوم ہے کہ اُردو کو اتر پردیش کی ریجنل لنگویج یا علاقائی زبان بنانے کا مطالبہ کیا جارہا ہے لیکن مجھے یہ معلوم نہیں ہے کہ ریجنل لنگویج یا علاقائی زبان کی اردو دوستوں نے کیا تعریف مقرر کی ہے۔ جہاں تک میرا اور میری پارٹی کا تعلق ہے۔ ہم اُردو کے متعلق مندرجہ ذیل سہولتوں کے حامی ہیں۔

۱۔ سیشن کورٹ، ضلع کی سطح کی عدالتوں۔ اور سرکاری دفاتر میں اُردو کی درخواستیں قبول کی جائیں۔

۲۔ نہ صرف ابتدائی تعلیم اُردو میں دی جائے۔ بلکہ بی۔ اے تک کی تعلیم اُردو میں حاصل کرنے کا موقع دیا جائے۔

ڈاکٹر لوہیا نے کہا۔ افسران کی خاصی تعداد اُردو جانتی ہے۔ اس لئے سہولتیں دینے سے کوئی ہرج واقع نہیں ہوگا۔ اس کے علاوہ ترجمہ کا ایک محکمہ بھی قائم کیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ کسی لسانی اقلیت کے حقوق نظرانداز نہیں کئے جا سکتے۔ سوشلسٹ لیڈر نے کہا اُردو ایک زندہ حقیقت ہے جسے مٹایا نہیں جا سکتا۔ جہاں تک اُردو ہندی جھگڑے کا تعلق ہے۔ میں سمجھتا ہوں یہ بحث بالکل فضول ہے۔ اُردو اور ہندی میں کوئی رقابت نہیں ہے۔ بلکہ یہ دونوں ایک ہیں۔ صرف رسم الخط کا فرق ہے۔ چنانچہ سوشلسٹ پارٹی کا ملک کی تمام زبانوں کے متعلق نظریہ یہ ہے کہ انہیں دیوناگری رسم الخط اختیار کرنا چاہئے۔ تاہم مختلف زبانیں اپنا رسم الخط برقرار رکھنا چاہتی ہیں تو سوشلسٹ پارٹی اپنا نظریہ ان پر مسلط نہیں کرنا چاہتی۔ ڈاکٹر لوہیا نے سنسکرت آمیز ہندی کی مخالفت کی اور کہا کہ ایسی ہندی جو زمانہ کی ضرورتیں پوری کر سکے زندہ رہ سکتی ہے۔ لیکن ایسی زبان جو ماضی کی طرف دیکھتی رہے زندہ نہیں رہ سکتی بلکہ فنا ہوجائے گی۔ (روزنامہ "نظم")

پنجاب میں اُردو

مرکزی وزیر اطلاعات شری کیسکر نے یہ اعلان کیا ہے کہ آیندہ تمام ریڈیو اسٹیشنوں کی طرف سے جداگانہ طور پر صوبائی خبریں براڈ کاسٹ کی جایا کریں گی۔ اس فیصلے کو عملی جامہ پہنائے جانے پر ریڈیو جالندھر سے پنجابی اور ہندی میں صوبائی خبریں نشر ہوا کریں گی کیونکہ سیاسی مصلحتوں کے تحت یہی دو علاقائی زبانیں قرار پائی ہیں لیکن امر واقعی یہ ہے کہ پنجاب میں سب سے زیادہ جو زبان لکھی۔ بولی اور سمجھی جاتی ہے وہ اُردو ہے۔ اس کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ پنجاب کے زیادہ تر ہندو اور سکھ اخبارات اُردو میں شائع ہوتے ہیں۔ ہندی اور پنجابی دونوں ریجنوں میں ڈسٹرکٹ لیول تک تمام کام اُردو میں ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ پبلک ریلیشنز ڈیپارٹمنٹ پنجاب اپنے تمام اعلانات اُردو میں جاری کرتا ہے وزیروں کی خبریں بھی اُردو میں شائع کی جاتی ہیں۔ مسٹر کیسکر اس امر حقیقت سے بھی بے خبر نہیں ہو سکتے کہ مرکز نے پنجاب کے لئے جو انفارمیشن بیورو جالندھر میں قائم کر رکھا ہے۔ وہ اگر معدودے چند گورمکھی اور ہندی اخبارات کو بھی مواد مہیا کرتا ہے لیکن اس کی کارگزاری کی نفاست کا جائزہ اگر لیا جاتا ہے تو اس میٹر سے جو اُردو میں اس کی طرف سے مہیا کیا جاتا ہے۔ انفارمیشن بیورو کا اُردو میٹر ہی بالعموم پریس کی طرف سے استعمال کیا جاتا ہے اور وہی پنجاب کے اخبارات کی وساطت سے عوام تک پہنچتا ہے۔ دوسرے الفاظ میں یوں بھی کہا جاتا ہے کہ جالندھر انفارمیشن بیورو کی زندگی کا مدار اُردو نشریات پر ہے۔ اس کا واحد سبب یہ ہے کہ پنجاب میں سبھی لوگ اُردو لکھنا، بولنا اور پڑھنا جانتے ہیں اس لئے بہترین طریقہ کار یہی ہو سکتا ہے کہ پنجاب کی صوبائی خبریں ہندی اور پنجابی کے ساتھ اُردو میں بھی نشر کی جائیں تبھی یہ نیا انتظام مفید ثابت ہو سکتا ہے۔

(روزنامہ ہند سماچار۔ جالندھر)

انجمن کی خبریں

شاخ جھنجھنوں (راجستھان)

(رپورٹ)

مقامی انجمن کے قیام کے بعد دیکھے تو اردو زبان اور ادب کے لئے معمولی رفتار سے کام ہوتا ہی رہا ہے۔ مگر اس سال سرکاری اسکولوں میں اردو کے طلبہ کے داخلہ کی جو مہم شروع کی گئی اس میں خاطر خواہ کامیابی ہوئی۔ ان طلبہ کی پڑھائی کے انتظام کے لئے انجمن کا وفد جو وکیل سید علی نقوی بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی صدر انجمن۔ منشی اظہر حسین فاروقی وکیل تحصیلدار بساؤ اور حکیم داؤد علی میونسپل کمشنر پر مشتمل تھا۔ مورخہ ۲۵ر جولائی ۱۹۵۷ء کو انسپکٹر محکمہ تعلیم سے ملا۔ انسپکٹر صاحب بڑے اخلاق سے پیش آئے اور وفد کا پرتپاک خیر مقدم کیا۔ اور وعدہ فرمایا کہ ضلع کے جس اسکول میں طلبہ کی مقررہ تعداد ہوگی اُن کے لئے اردو کی پڑھائی کا انتظام کر دیا جائے گا۔ اور حسب وعدہ چند اسکولوں میں مثلاً گورنمنٹ پرائمری اسکول نُوا اور جاباس میں اردو پڑھانے کے لئے آرڈر کر دیئے گئے ہیں اور ٹیچرز کا انتظام بھی کر دیا گیا ہے مگر صرف اُن ہی درجوں کے لئے کیا گیا ہے جن میں طلبہ کی تعداد دس سے زائد ہے اور پوری کلاس میں چالیس لڑکے ہیں

اگرچہ گورنمنٹ پرائمری اسکول سریاسر۔ دھنوری۔ منڈریلہ بساؤ۔ بجیم سر۔ شیخ سر اور جھنجھنوں پرائمری اسکول ایسے ہیں جن میں انتظام ہو سکے گا۔

پھر بھی اس سلسلے میں انسپکٹر صاحب کو ڈائریکٹر صاحب کا وہ حکم بھی دکھایا گیا جس کے ذریعہ انھوں نے اردو کے انتظام کی ہدایت فرمائی ہے۔ مگر انھوں نے اس کی وضاحت چاہی ہے ممکن ہے اور جگہ بھی اس قسم کی دقتوں کا سامنا ہو اس لئے صوبائی انجمن ڈائریکٹر محکمہ تعلیم سے اس کے لئے صاف اور واضح حکم جاری کرائے تو بہتر ہے کیونکہ مجموعی طور پر ۴۰ طلبہ تو پھر بھی مل سکتے ہیں۔ مگر ہر درجہ میں دس سے زائد کی تعداد ہونا مشکل ہے۔ بہر صورت یہ خوشی کی بات ہے کہ جہاں بھی پرائمری اسکولوں میں اردو طلبہ کی تعداد پوری ہے وہاں اردو کی پڑھائی کا انتظام ہو جائے گا۔

جامعہ اردو علی گڑھ کے امتحانات کے لئے حسب سابق انجمن نے باقاعدہ تیاری اسکول جاری کیا ہے۔ قریب ۳۰ اُمیدواران نے فارم بھرے ہیں۔ تین ٹیچر ان طلبہ کو پابندیٔ اوقات کے ساتھ تعلیم دیتے ہیں۔

مقامی مفید عام اسکول اور مسلم اسکول دونوں میں اردو کی پڑھائی کا باقاعدہ انتظام ہے۔ یہاں سے ہر سال کافی لڑکوں کو آگے کے درجات میں پڑھائی کے لئے داخل کرا دیا جاتا ہے۔ یہ دونوں اسکول محکمہ تعلیم سے رجسٹرڈ ہیں۔ اور ان کے لئے امداد حاصل کرنے کی کارروائی جاری ہے۔ انشا اللہ ان میں سے ایک اسکول کو اس سال امداد ملنا شروع ہو جائے گی۔

ادارہ بزم ادب اس سلسلے میں پورے تعاون سے کام لے رہا ہے۔ اس ادارے نے اردو کے کاز کو کافی بلند کیا ہے۔ زبان و ادب کی پبلسٹی کے لئے اس کے زیر اہتمام ہونے والے مشاعرے اور جلسے کافی ممد و معاون ثابت ہوئے ہیں۔ اس ادارے نے مذکورہ اسکولوں کی سرپرستی بھی فرمائی ہے۔ چونکہ یہ ادارہ راجستھان سرکار کے محکمہ جوائنٹ اسٹاک کمپنیز سے رجسٹرڈ ہے اس لئے ان اسکولوں کو کافی سہولت ملی ہے۔

انجمن کی معاون آزاد لائبریری جو بزم ادب کی زیر سرپرستی جاری ہے اس میں ساڑھے بارہ صد اردو کتب کے علاوہ انگریزی اور ہندی کی بہت سی کتابیں ہیں نصاب کی بہت سی وہ کتابیں الگ ہیں جو شیلف ورسے میں جامعہ اردو سینٹر کے امیدواروں کی تیاری کے لئے ہیں۔ یہ لائبریری بھی محکمہ تعلیم سے تسلیم شدہ ہے اور آئندہ سال سرکاری امداد کے لئے اس کا حساب پیش کیا جائے گا۔

ساگر میں انجمن

ساگر میں ۲۰ ستمبر ۱۹۵۵ء کو سلام ساگری کی دعوت پر ایک غیر معمولی نشست ہوئی جس میں انجمن ترقی اردو کی شاخ کی ضرورت اور قیام کے بارے میں مندرجہ ذیل تجویز منظور ہوئی۔ بعد ازاں جناب سلام ساگری سے ان کا کلام بھی سنا گیا۔

تجویز:-

(۱) باتفاق رائے یہ طے پایا کہ اردو زبان و ادب اور تہذیب کی بقا و حفاظت ہمارا اولین فرض ہے اور اس چیز کے لئے یک جہتی کی اشد ضرورت ہے لہٰذا اس یک جہتی کو مضبوط بنانے کے لئے انجمن ترقی اردو ہند جیسے ملک گیر ادارے کے پیش کردہ لائحہ عمل پر عمل پیرا ہونا ازبس ضروری ہے۔ چنانچہ جلد سے جلد مذکورہ بالا انجمن کی شاخ قائم کرنے کے لئے جدوجہد شروع کردی جائے۔ اور ممبر سازی کے لئے صوبہ سے رسید بک طلب کر کے زیادہ سے زیادہ ممبر بنائے جائیں اور حسب قاعدہ مجلس منتظمہ کا انتخاب عمل میں لایا جائے۔

(۲) منتخبہ کمیٹی کا الحاق صوبہ سے کرایا جائے۔

مجید انجم ساگری

انجمن ترقی اردو راجستھان

۲۹ ستمبر ۵۵ء کو بمقام جے پور انجمن کے دفتر واقع تسلیم منزل پر ریاستی شاخ کا اجلاس ۴ بجے شام زیر صدارت خان بہادر الطاف احمد صاحب خیری منعقد ہوا جس میں ارکان ساکنان جے پور کے علاوہ جودھ پور، ٹونک اور مالپورہ کے نمائندہ صاحبان نے بھی شرکت کی۔

اجلاس میں قرار پایا کہ اردو کی تعلیم کے لئے جو دستخطی مہم ریاستی شاخ نے شروع کی ہے وہ ۳۱ دسمبر ۵۵ء تک ضرور مکمل ہو جانی چاہئے۔ جمعیت علماء راجستھان نے اس سلسلہ میں جو تعاون کیا ہے وہ قابل تشکر ہے اور سکریٹری صاحب قابل مبارکباد۔ چونکہ کام کو پوری تیزی سے ختم کرنا ہے اس لئے سکریٹری صاحب جمعیۃ علماء راجستھان سے استدعا کی گئی ہے کہ وہ ایک مزید سرکلر اپنی شاخوں کے نام جاری کر دیں کہ یہ کام اندر میعاد ختم کر دیا جائے اسی طرح جنرل سکریٹری انجمن ترقی اردو راجستھان بھی اپنے کارکنوں اور شاخوں کو پابند کر دیں کہ وہ ۳۱ دسمبر ۵۵ء تک فارموں کی تکمیل لازمی طور پر کر دیں۔

انجمن ترقی اردو راجستھان کے دستور العمل کی جز ۱۵ میں ترمیم کی گئی۔

دیگر انتظامی امور وغیرہ طے ہونے کے بعد ۷ بجے شام یہ جلسہ ختم ہوا۔ راجستھان میں ہزارہا کی تعداد میں طلبہ اردو تعلیم حاصل کرنے کے لئے بے چین ہیں۔

جناب انجمن ترقی اردو اجمیر مولوی سید اعجاز علی صاحب اعجاز کو انجمن ترقی اردو راجستھان کا رکن قرار دیا گیا۔

ریاستی شاخ بھوپال

جنرل سکریٹری مرکزی انجمن ترقی اردو ہند نے ریاستی ایڈہاک کمیٹی بھوپال کو بہ حیثیت عارضی ریاستی شاخ منظور کر لیا ہے یہ ایڈہاک کمیٹی نومبر میں متعلقہ شاخوں کا جلسہ کر کے مستقل ریاستی شاخ قائم کر دے گی۔

آج کل مدھیہ پردیش اور خاص شہر بھوپال میں ایڈہاک کمیٹی بڑے جوش و خروش کے ساتھ کام کر رہی ہے۔ اس ایڈہاک کمیٹی کا ایک جلسہ ۳۔ اکتوبر ۵۵ء کو منعقد ہوا تھا جس میں مندرجہ ذیل فیصلے کئے گئے۔

۱۔ ۱۲۔۱۳۔۱۴ نومبر ۵۵ء کو مدھیہ پردیش اردو کنونشن کے انعقاد کی تواریخ منظور کی گئیں۔

۲۔ جبل پور کی شاخ کا الحاق منظور کیا گیا۔ فیس آنے کے بعد سند الحاق روانہ کر دی جائے۔

۳۔ فیصلہ کیا گیا کہ انجمن کے سرکاری ترجمان ہماری زبان کی خریداری کے لئے اردو دوست حضرات میں پوری کوشش کی جائے۔

۴۔ برہان پور کی انجمن کو خط کے ذریعے مطلع کر دیا جائے کہ مرکزی انجمن کی ہدایت کے مطابق آپ ہم سے اشتراک و تعاون فرمائیں۔

۵۔ استقبالیہ کمیٹی برائے مدھیہ پردیش کنونشن کے لئے کم سے کم ۲۰۰ ممبران کی تعداد مقرر کی گئی۔

۶۔ ۱۰ اکتوبر کی رات کو مسٹر ایم عرفان کے مکان دفتر مدھیہ پردیش ریاستی انجمن ترقی اردو ہند اردو کنونشن کی تیاری کے سلسلے میں ایک جلسہ منعقد کیا جائے۔

راجستھان میں دستخطی مہم

راجستھانی انجمن ترقی اردو نے جو اردو کی تعلیم کے لئے فارم چھپوا کر شائع کئے ہیں اور راجستھان کے گوشے گوشے سے برائے تکمیل طلب کئے گئے ہیں ان کے لئے شاخ مذکور نے فیصلہ کیا ہے کہ ۳۱۔ دسمبر ۵۵ء تک مکمل ہو جائیں۔ چونکہ یہ اقدام بروقت ہے اس لئے کارکن صاحبان کو پوری توجہ سے وقت مقررہ تک تکمیل کر دینی چاہئے تاکہ دلی کانفرنس کے مین بعد اس معاملہ کا ہی فیصلہ کرایا جا سکے۔

مُراسلات

ٹائپ کی ضرورت

ہماری زبان اور انجمن ترقی اردو ـــ اُردو زبان کی بقا کے لئے ایک عظیم کام کر رہی ہے۔ جو ہر طرح قابلِ تحسین و آفرین ہے۔ اللہ کرے اہلِ انجمن ثابت قدم رہیں۔

اُردو حالانکہ دنیا کی تیسری سب سے بڑی زبان ہے مگر اس کا طریقۂ طباعت بڑا فرسودہ اور مشکل ہے۔ اس لئے اس کو ٹائپ رائٹروں اور آسان پریس ٹائپ کی اشد ضرورت ہے۔

پاکستان میں چند ماہنامے اور ایک دو اداروں کی کتابیں اُردو ٹائپ میں شائع ہوتی ہیں مگر اُردو ٹائپ اس وقت تک قبولِ عام کی سند حاصل نہیں کر سکتا۔ جب تک کہ ہفت روزے اور روزنامے ٹائپ میں شائع ہونے نہ شروع ہو جائیں اور یہ کام کوئی انجمن ہی کر سکتی ہے۔ اشتہارات کے لئے پرچہ نکالنے والے بے حس لوگ اس عظیم کام کے اہل ہرگز نہیں ہیں۔

کیا انجمن ترقی اردو اپنے ہفت روزہ کو "اردو ٹائپ" میں شائع کرنے کی پہل کرے گی۔ اگر ایسا ہو سکے تو "ہماری زبان" اور "انجمن ترقی اُردو ہند" کا نام اُردو کی تاریخ میں سنہرے حرفوں سے تحریر کیا جائے گا۔ اللہ آپ کو توفیق عطا فرمائے۔

اُردو زبان کا ایک بہی خواہ ـــ خلیل احمد۔ لاہور (پاکستان)

ٹونک میں یومِ عاشق

استاد الشعراء جانشین داغ حضرت عاشق ٹونکی کی یاد میں ۱۰ر اکتوبر کو کل ہند مشاعرہ کمیٹی کی جانب سے ایک مناظرہ، مناظر کو دلچسپ پروگرام پیش کیا گیا۔ اس یادگار تقریب کی صدارت مولوی سید حامد علی صاحب ناقد نقوی ایم۔ اے نے فرمائی۔ مناظرے میں نہایت دلچسپ تقریریں کی گئیں اور مقالے پڑھے گئے۔ مقررین و مقالہ نگار حضرات میں جناب مولانا حکیم سید ظہیر احمد صاحب برکاتی۔ مولانا سید قاضی الاسلام صاحب صاحبزادہ امداد علی خاں صاحب نظر۔ عبد البصیر صاحب بصر اور حبیب الرحمن خاں صاحب ایڈوکیٹ صدر انجمن ترقی اُردو ٹونک کے اسمائے گرامی قابلِ ذکر ہیں۔ شعرائے کرام نے نظمیں غزلیں اور قطعات پڑھ کر جناب عاشق مرحوم کی یاد تازہ کی۔

منظور الحسن برکاتی (ناظم نشر و اشاعت مشاعرہ کمیٹی)
سکریٹری انجمن ترقی اُردو ٹونک

سندیلہ میں یومِ خواجہ میر دردؔ

۱۲ر نومبر ۵۵ء کو انجمن ترقی اُردو ہند شاخ سندیلہ کی جانب سے یومِ حضرت خواجہ میر دردؔ علیہ الرحمہ دہلوی بڑے تزک و احتشام سے منایا گیا۔ آپ کی حیات اور شاعری کے متعلق مقالات پڑھے گئے۔ جن میں حسبِ ذیل حضرات کے مقالے خاص طور سے قابلِ ذکر ہیں۔

۱۔ حالاتِ زندگی از شمس الحسن سکریٹری نشر و اشاعت انجمن ترقی اُردو شاخ سندیلہ۔

۲۔ خواجہ صاحب کے تلامذہ از سید محمد اقبال متعلم انٹرکالج سندیلہ

۳۔ خواجہ صاحب کے کلام کی خصوصیات اور مختلف ناقدین کی رائیں از جناب نفیس سندیلوی صدر جلسہ۔

اس کے بعد ایک طرحی مشاعرہ خواجہ صاحب کے مصرعۂ طرح پر منعقد ہوا۔ مصرع

"میرے پاس تو وہی ایک تھا یہ دکان شیشہ گراں نہیں"

سندیلہ کے تمام شعرا حضرات نے شرکت فرمائی۔

نظام صاحب۔ حیرت صاحب۔ منشی چندر کا پرشاد صاحب راز۔ مختار صاحب۔ مختار احمد صاحب نظر۔ شمس الحسن شمس۔ فضل حبیب صاحب وحید۔ محمد نصیر صاحب نصیر۔ حکیم رئیس الاطبا چودھری عبد المجید صاحب شفق جنرل سکریٹری انجمن ترقی اُردو ہند شاخ سندیلہ۔ شبلی صاحب سندیلوی۔ جناب نفیس صاحب سندیلوی۔ سب سے آخر میں حضرت خواجہ میر دردؔ علیہ الرحمہ کی غزل نصیر صاحب نے اپنے خاص ترنم سے پڑھی۔

شمس سندیلوی سکریٹری نشر و اشاعت ترقی اُردو ہند شاخ سندیلہ

سنبھل میں مشاعرہ

پبلک لائبریری کی مینیجنگ کمیٹی نے باتفاق طے کیا ہے کہ

نیشنل لائبریری کی دوسری سالگرہ کے موقع پر ۲۲ر جنوری ۵۶ء کو ایک آل انڈیا مشاعرہ منعقد کیا جائے۔ جس میں باہر سے شعرائے کرام بلائے جائیں اور سال گذشتہ سے بہتر پیمانے پر مشاعرہ منعقد کیا جائے۔

انجمن معراج ادب

انجمن معراج ادب گورکھپور کی سب کمیٹی کی ایک مخصوص ادبی نشست بصدارت جناب مولوی عبد الحنان صاحب مظاہری منعقد ہوئی۔ جس میں ایک کمیٹی ۱۳ر اکتوبر ۵۵ء تک دستور العمل ترتیب دینے کی بنائی گئی۔

انجمن معراج ادب کے ایک جلسے میں تعلیم بالغان کے لئے ایک کمیٹی حسب ذیل حضرات پر مشتمل ترتیب دی گئی۔

۱۔ جناب مولوی عبد الحنان صاحب مظاہری۔ ۲۔ جناب سید نجم الدین صاحب۔ ۳۔ جناب محمد شریف صاحب۔ ۴۔ جناب دل شاد عالم صاحب۔ ۵۔ جناب راحت حسین خاں صاحب یوسف زئی۔ اور مورخہ ۲ر اکتوبر ۵۵ء کو جناب حیات اللہ صاحب انصاری ایڈیٹر قومی آواز لکھنؤ کو ۱/۲ ۶ بجے شب جناب مولوی عبد الحنان صاحب مظاہری کے احاطہ محلہ قاضی پور خورد گورکھپور میں مدرسہ تعلیم بالغان کا افتتاح فرمائیں گے۔

راحت حسین خاں یوسف زئی جنرل سکریٹری انجمن معراج ادب گورکھپور

نئی کتابیں

انجمن ترقی اردو ہند کی مطبوعات

۱۔ ترقی پسند ادب نیا اڈیشن سردار جعفری
۲۔ مقالات حالی اول حالی
۳۔ چند ہم عصر مولوی عبد الحق
۴۔ اردو صرف و نحو مولوی عبد الحق
۵۔ انتخاب کلام وحید (نیا اڈیشن)

زیر طبع کتابیں:-

۱۔ تنقیدیں ڈاکٹر خورشید الاسلام
۲۔ ہندوستانی اخبار نویسی۔ محمد عتیق صدیقی
۳۔ تذکرہ شعرائے جے پور مولوی احترام الدین
۴۔ انتخاب کلام ظفر مرتبہ خلیل الرحمن اعظمی
۵۔ شکنتلا۔ کالی داس۔ ترجمہ قدسیہ زیدی
۶۔ آئینۂ حقیقت۔ پنڈت حبیب الرحمن شاستری
۷۔ دیوان غالب۔ مرتبہ امتیاز علی عرشی

بک لینڈ۔ مال روڈ۔ لاہور

۱۔ اُجلے پھول افسانے اشفاق احمد
۲۔ انتخاب دیوان سودا ڈاکٹر وحید قریشی
۳۔ آتش خاموش (ناول) خواجہ محمد شفیع

زیر طبع کتابیں:-

۱۔ کمین گاہ (ناول) شوکت صدیقی
۲۔ سوتے جاگتے " انور جلال
۳۔ غزلیں (مجموعہ غزلیات) شہرت بخاری
۴۔ جھومر (گیتوں کا مجموعہ) قتیل شفائی
۵۔ مقالات سید عابد علی عابد
۶۔ ہمارے تعلیمی مسائل۔ محمد عبد العزیز

مکتبۂ اردو۔ سرکلر روڈ۔ لاہور

۱۔ داستان فلسفہ (اسٹوری آف فلاسفی کا ترجمہ) از سید عابد علی عابد
۲۔ نظام سقہ (ڈرامے) ممتاز مفتی
۳۔ سقراط (زندگی و فلسفہ)

زیر طبع:-

۱۔ ستون (ڈرامے) مرزا ادیب
۲۔ غرناطہ کے جلا وطن (ناول) اے حمید
۳۔ داستان فلسفہ (دوسری جلد)
۴۔ ۱۹۵۵ء کا بہترین ادب۔
۵۔ دنیا کے بہترین ڈرامے مرتبہ خلیل

اُردو دُنیا

احمد آباد اردو کانفرنس

چند محبان اردو کے اشتراک سے دیوالی کی چھٹی میں (۲۲، ۲۳، ۲۴ اکتوبر) اردو کانفرنس اور آل انڈیا مشاعرہ رکھنے کا اہتمام کیا گیا ہے۔ ہم نقطہ خیال کے افراد کے تعاون سے اردو کانفرنس کمیٹی کی تشکیل کی گئی ہے جس کے صدر جناب عدالت پرشاد شاستری، سکریٹری احسان جعفری اور خازن محمد شفیع صاحب چنے گئے۔

احمد آباد میں بڑے پیمانے پر اردو کانفرنس منعقد کرنے سے ہمارا منشا یہ ہے کہ گجرات کے لاکھوں عوام کو اردو تحریک سے روشناس کرایا جائے اور گجراتی کے ادیبوں و شاعروں کو یہ باور کرایا جاسکے کہ ہمارا اندولن کسی خاص زبان کے خلاف نہیں ہے بلکہ ہم صرف یہ چاہتے ہیں کہ آزاد بھارت میں دوسری زبانوں کے ساتھ اردو کو بھی زندہ رہنے کا حق دیا جائے۔

کانفرنس کمیٹی کی جانب سے کوشش کی جارہی ہے کہ دسمبر ۵۵ء میں ہونے والی دہلی اردو کانفرنس سے پہلے بھارت کے مشاہیر اہل قلم و اردو کی جدوجہد میں پیش پیش رہنے والے کارکنوں کو احمد آباد میں جمع کیا جائے اس مقصد کے لئے انجمن ترقی اردو ہند کے سکریٹری آل احمد سرور، سید شہاب الدین دسنوی، حضرت ناور دلیم، پنڈت ملن موہن کولیہ، علی سردار جعفری، اعجاز صدیقی، مجروح سلطان پوری، ساحر لدھیانوی، شفیق جونپوری، شکیل بدایونی، خار بارہ بنکوی، مظفر شاہجہاں پوری، حبیب تنویر، علامہ دریں، ظفر مرادی، محمد علی تاج کے علاوہ دیگر ادبا و شعراء کا تعاون حاصل کرنے کی خاص طور پر کوشش کی جارہی ہے۔

منتظمین کی جانب سے بڑودہ، نڈیاد، سورت کی بعض ادبی جماعتوں کو اس پروگرام میں شامل ہونے کے لئے خطوط لکھے گئے ہیں۔

کٹک میں مشاعرہ

اردو لائبریری کٹک (ریاست اڑیسہ کی ایک ممتاز پبلک اردو لائبریری) کے زیر اہتمام بروز اتوار ۲ اکتوبر ۱۲:۵۰ کو ایک شاندار غیر طرحی مشاعرہ بارہ منگلہ میدان ہال میں منعقد ہوا۔ مشاعرہ کی صدارت جناب یوسف حسن صاحب نے فرمائی اور اس میں شہر کے تمام مشہور و معروف شعرائے شرکت فرمائی۔ چند بیرونی شعراء کی غزلیں بھی شامل مشاعرہ تھیں۔ پانچ سو حضرات نے مشاعرہ میں شرکت فرمائی۔

مشاعرہ شروع ہونے سے قبل جناب تجلی صاحب نے لائبریری کی اہمیت پر ایک موثر تقریر کی۔ مشاعرہ کے اختتام پر جناب یوسف حسن صاحب نے تقریر کرتے ہوئے اس بات پر روشنی ڈالی کہ ڈیڑھ سو سال کے قلیل عرصہ میں اردو زبان نے جس قدر ترقی کی ہے اس کی مثال کہیں اور نہیں ملتی ہے۔ یہ عوام کی زبان ہے۔

شعراء میں درج ذیل حضرات قابل ذکر ہیں۔

محترمہ خاتون مجیب، تجلی، حافظ، اصغر، قائد، شمس، نسیم، عابد، شمسی، راقم، تجلی اور دیگر شعراء

سید شکیل دسنوی۔ سکریٹری۔ اردو لائبریری کٹک

کتابوں پر انعام

وزارت تعلیم نے حکومت ہند کی عوامی ادب کی حوصلہ افزائی کی اسکیم کے تحت نوخواندہ لوگوں کے لئے کتابوں کے چوتھے مقابلے کے نتائج پر مختلف زبانوں میں مصنفین کو چالیس انعاموں کا اعلان کیا ہے۔ ہر انعام ۵۰۰ روپے کا ہے۔ ہندی میں ۸، اردو میں ۴ اور پنجابی میں ۳ کتابوں پر انعام دیا گیا ہے۔

اردو میں انعام پانے والی کتابیں یہ ہیں۔ پریم اور سیوا کی جیت۔ از صالحہ عابد حسین۔ امن از محمد الیاس، گیلی گیلیو از اطہر پرویز۔ پڑھو اور بڑھو از محمد اسحٰق صدیقی

میسور میں دو اردو ججوں کا تقرر

بنگلور۔ چیف منسٹر میسور مسٹر نجلنگپا نے فرمایا کہ اگلے دو ہفتوں کے اندر میسور ہائی کورٹ میں دو اردو داں ججوں کا تقرر کیا جائے گا۔ فی الحال اردو داں ججوں کی عدم موجودگی کے باعث ہائی کورٹ کے کام میں بعض دشواریاں پیش آرہی ہیں ان دو ججوں کے تقرر کے بعد ہائی کورٹ کے جملہ ججوں کی تعداد ۹ ہوجائے گی۔

پتہ دیکھئے

اگر پتہ کے گرد سرخ نشان ہے تو یہ اس امر کی علامت ہے کہ اس اشاعت سے دو اشاعتوں کے بعد آپ کی میعاد خریداری ختم ہو جائے گی۔ مہربانی فرما کر ہماری زبان کی سالانہ قیمت مبلغ تین روپے منی آرڈر سے بھیجئے تاکہ پرچہ جاری رہے۔ (منیجر)

ملک و قوم کے محسن

مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند کو اجین کی بزم ادب نے ایک سپاس نامہ پیش کیا جس کے جواب میں مولانا نے ارشاد فرمایا کہ:- زبان قوم کی زندگی کی علامت ہوتی ہے۔ جس قوم کا ادب نہیں وہ قوم زندہ نہیں کہلاتی۔ اُردو زبان میں سوسال زندگی کی پوری ترجمانی کی گئی ہے اس کی حفاظت کے لئے جدوجہد کرنے والے ملک و قوم کے بڑے محسن ہیں۔

اُردو کے احسان

احمد آباد میں اُردو کانفرنس ہو رہی ہے۔ تیاریاں زور و شور سے جاری ہیں۔ کانفرنس کمیٹی کے صدر مسٹر عدالت پرشاد شاستری نے نامہ نگار کو ایک خاص ملاقات میں کانفرنس کی اہمیت اور اس کے اغراض و مقاصد بیان کئے اور کہا اگر آزاد ہندستان میں ہندی کے ساتھ ساتھ ۱۲-۱۳ زبانیں زندہ رہ سکتی ہیں اور ترقی کر سکتی ہیں تو اُردو کو اس کے جائز حقوق دینے سے انکار کیوں کیا جا رہا ہے جب کہ ہمارے دستور میں اسے ایک اہم زبان کی حیثیت سے تسلیم کیا گیا۔ ہمیں ہر قیمت پر اس کی حفاظت کرنا ہے۔

اُردو کے ہم پر بڑے احسانات ہیں۔ اس نے ہندستانی عوام میں قومی شعور پیدا کرنے میں اور آزادی کی تحریک میں اس نے اہم پارٹ انجام دیا ہے۔ اسے بدیسی زبان قرار دینے کی کوشش کرنا تنگ نظری اور دشمنی کے مترادف ہے۔ آج کے زمانے کو جمہوری اور تہذیبی دور سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اُردو دنیا کے بہت سے ملکوں میں ایسی چھوٹی چھوٹی زبانوں کو زندہ رکھنے کے لئے خاص کوششیں کی جا رہی ہیں۔ جن کے پاس اپنا رسم خط بھی نہیں ہے اور جنھیں بولنے والے بہت ہی کم ہیں۔ لیکن ایسی زبان کو جس کے بولنے والے کروڑوں کی تعداد میں موجود ہیں جو دنیا کی چوتھی بڑی زبان شمار کی جاتی ہے۔ جس میں ہندستان کا شاندار ادب موجود ہے مٹانا ہمارا ایک ایسا سیاہ کارنامہ ہے کہ جسے مستقبل کا مورخ کبھی معاف نہیں کرے گا۔ اُردو کو علاقائی زبان تسلیم کرانے کی تحریک ایک جمہوری تحریک ہے۔ اس لئے ہر محب وطن ہندستانی کا فرض ہے کہ وہ ہر طرح اس کی تائید و حمایت کرے۔

اُردو اور کمیونسٹ پارٹی

بنگلور کے ایک جلسہ عام میں ڈاکٹر زیڈ۔ اے احمد نے جو کمیونسٹ پارٹی کے پولیٹ بیورو کے رکن ہیں نے کہا کمیونسٹ پارٹی فرقہ پرستی سے بالاتر ہے۔ اس لئے وہ ہر اس مسئلہ پر جو قومی مفاد کا حامل ہے اپنی واضح پالیسی رکھتی ہے

شمالی ہند میں اُردو کی حمایت اس لئے کرتی ہے کہ اُردو ملک کی زبان ہے جو ہندوؤں اور مسلمانوں کے مشترکہ جدوجہد اور کلچر سے بنی ہے اُردو کے متعلق کمیونسٹ پارٹی کی حمایت پر یہ کہا گیا کہ ووٹوں کا حصول اس کا مقصد ہے، شمالی ہند میں جو تعصب برتا جاتا ہے اس میں اُردو کی حمایت سے تو ووٹ اور کٹ سکتے ہیں۔ اس کے باوجود پارٹی اُردو کو اس کا جائز مقام دلانے کے حق میں ہے اُردو ملک کی مسلمہ قوموں کی زبانوں میں سے ہے۔ ہمارے ملک کی مشترکہ زندگی کی یہ پیداوار ہے۔ اس نے اسی سرزمین میں جنم لیا۔

آج جو اس کو مٹانا چاہتے ہیں وہ ہندستان کے کلچر کے دشمن ہیں۔ اُردو ہی مشترکہ تہذیب کے خزانے کا ہیرا ہے اتنی حسین اور اتنی خوبصورت ہے کہ ہر کوئی اپنا لیتا ہے۔

اُردو کو اس ملک سے نکال دینا نا ممکن ہے۔ اس لئے کہ یہ یہیں پیدا ہوئی اور یہیں رہے گی۔ اس کی رسائی ماؤں کی لوریوں سے لے کر بازاروں تک ہے۔ کوئیوں اور مزدوروں کی زبان پر چڑھی ہوئی، عوام میں پلی ہوئی ہے۔ اس میں ملک کی مشترکہ تہذیب کا خزانہ ہے اور اس میں مشترکہ تمدن و کلچر کے جواہرات ہیں۔

(جمہور)

ہندستانی ادیبوں کی جان پہچان

نئی دہلی لوک سبھا میں وزارت تعلیم کے وزیر ریاست ڈاکٹر کے۔ ایل شریمالی نے بتلایا کہ ساہتیہ اکاڈمی ادیبوں کی جان پہچان کے بارے میں اپنی کتاب سال کے آخر تک شائع کر دیگی۔ مسٹر ..... کے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے ڈاکٹر شریمالی نے بتلایا کہ اب تک تین ہزار چار سو فارم موصول ہو چکے ہیں جن میں سے ۴ ہزار فارموں کو ایڈیٹ کیا جا چکا ہے۔ اس کتاب میں ان تمام ہندستانی ادیبوں، نقادوں اور صحافیوں کا ذکر ہوگا جو زندہ ہیں یا ۳۱ مارچ ۱۹۵۳ء تک زندہ تھے۔

دفتری خط و کتابت جنرل سکریٹری انجمن ترقی اُردو ہند کے نام سے کیجئے (منیجر)

بمبئی میں اُردو صحافت کا ابتدائی دور

نادم سیتاپوری

(بہ سلسلہ گزشتہ)

اس فہرست میں کئی اخبارات اور رسالے ایسے بھی ہیں جن کا ذکر چودھری صاحب نے اپنے اس مضمون میں کیا ہے۔ مگر اختر الدولہ کے یہاں ان کا تذکرہ نہیں ہے۔ کریم الاخبار (۱۸۵۸ء) معدن الفیض (۱۸۵۶ء) کاشف الاخبار (۱۸۶۱ء) منظور الاخبار (۱۸۶۱ء) حدیقۃ الاخبار (۱۸۶۲ء) فرحت الاخبار (۱۸۷۵ء) کا ذکر "اختر شہنشاہی" میں نہیں ہے۔ ممکن ہے یہ اخبارات اختر الدولہ کو کتاب کی ترتیب و تدوین کے وقت دستیاب نہ ہوئے ہوں جس طرح ماسٹر رام چندر دہلوی کے رسالہ "خیرخواہ ہند" کے پرچے تو ان کی لائبریری میں تھے مگر اس رسالے کے ذکر سے ان کی کتاب خالی نظر آتی ہے۔

"مخبر مسعود" کے سن اجرا میں بھی اختلاف ہے۔ چودھری صاحب نے اس کا سن اجرا ۱۸۷۵ء لکھا ہے اور اختر الدولہ نے ۱۸۸۲ء۔ اس کے علاوہ انیسویں صدی کے آخری دور میں بمبئی سے بکثرت ایسے اخبارات و رسائل نکلتے تھے جن کا نام و نشان بھی کہیں نظر نہیں آتا۔ انھیں گم گشتہ اخبارات میں میرے پاس کچھ شمارے روزانہ "سلطان الاخبار" اور اخبار "مظلوم دکن" کے موجود ہیں جو ۱۸۹۷ء میں نکلتے تھے۔ فل سکیپ سائز کے یہ اخبارات چار صفحات پر شائع ہوتے تھے۔ "سلطان الاخبار" کے ایڈیٹر و مالک حکیم عبدالحمید فرخ آبادی تھے۔ اور "مظلوم دکن" عظیم آبادی کی ملکیت تھا جو غالباً حیدرآباد دکن کے رہنے والے تھے اور اس اخبار کے اجراء کا مقصد ریاست حیدرآباد کی اندرونی سیاست پر اثر انداز ہونا تھا۔

۱۹۰۳ء میں "پیسہ اخبار" کے مولوی محبوب عالم مرحوم نے "فہرست اخبارات ہند" کے نام سے ۸۲ صفحے کی جو کتاب چھاپی تھی اس میں بھی اُردو کے چند اخبارات کا حوالہ دیا گیا ہے اور یہ اخبارات وہی ہیں جو ۱۹۰۰ء سے پہلے جاری ہو چکے تھے مثلاً "کاشف الاخبار"! مولوی محبوب عالم نے لکھا ہے۔

"کاشف الاخبار (اُردو) گرگام بمبئی سے ہر جمعرات کو شائع ہوتا ہے سالانہ قیمت بارہ روپیہ۔ مقصد:۔ عام اور سائنٹفک خبریں"۔ (ص ۵۹

فہرست اخبارات ہند)

اس کتاب میں زیادہ تر انگریزی۔ مرہٹی۔ گجراتی اور بنگالی اخبارات کے نام نظر آتے ہیں۔ "اُردو" اخبارات بہت ہی کم ہیں۔ یہ تو سمجھ میں نہیں آتا کہ مولوی محبوب عالم جیسا پڑا صحافی اُردو اخبارات سے بے خبر ہوگا۔ یہی سمجھ میں آتا ہے کہ وہ اس دور کے "برٹش پروپیگنڈے" سے مرعوب ہو گئے تھے اور انھوں نے اپنی جگہ پر یہ طے کر لیا تھا کہ اُردو صحافت کو ابھی معیاری صحافت کا درجہ حاصل نہیں ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ "۱۴۹" اخبارات کی اس طویل فہرست میں بمبئی کے دو ہی چار اخبار نظر آتے ہیں۔ اور ان میں بھی بعض اس خصوصیت کی وجہ سے کہ وہ "نیم انگریزی" تھے۔

۱۔ انڈین ٹکسٹائل جرنل ــ (انگریزی اور ورناکیولر) بمبئی سے ماہوار شائع ہوتا ہے۔ ... "ٹکسٹائل اور انجنیئری دستکاریوں کا ایک عمدہ رسالہ ہے۔

۲۔ بمبئی پنچ (باتصویر) بھنڈی بازار بمبئی سے ہر سوموار کو اردو میں شائع ہوتا ہے۔

(ہفتہ وار) ۱۸۹۹ء سے جاری ہے۔

ڈاکٹر گارساں دتاسی ۱۸۶۴ء میں "برہم گوپال پرکاش" کے متعلق لکھتے ہیں۔

"بمبئی کا اُردو اخبار جس کا مسلک وحدت پرستی ہے"۔

گارساں نے صوبہ بمبئی کی صحافت کا ذکر کرتے ہوئے جو اعداد و شمار پیش کئے ہیں ان سے پتہ چلا ہے کہ ۱۸۶۹ء تک بمبئی سے (۳۴) انگریزی اخبارات (۸۱) دیسی اخبارات

(۹۰) نیم انگریزی اور نیم دیسی اخبارات شائع ہوتے تھے جن کی تعداد سنہ ۱۹۰۰ء تک یقیناً دوگنی ہوگئی ہوگی کیونکہ ۱۸۸۵ء کے بعد جب ہندوستان کے سیاسی حالات میں ٹھہراؤ پیدا ہوا تو ہندوستان بھر میں صحافت کا مذاق عام ہوگیا اور ہر چھوٹے بڑے شہر سے دیسی زبانوں میں اخبارات شائع ہونے لگے تھے۔

اب میں بمبئی کے صحافتی مذاق پر بھی روشنی ڈالنا چاہتا ہوں۔ جس سے یہ اندازہ لگانا دشوار نہیں کہ صحافت کے ابتدائی دور میں بمبئی کا صحافتی شعور اتنا پختہ ہوچکا تھا کہ "انگلو انڈین پریس" کی اس چیخ پکار سے وہ بھی متاثر نہیں ہوا جو اس زمانے میں اُردو اخبارات کے خلاف برپا تھی۔

روزنامہ "سلطان الاخبار" ۶ جولائی ۱۸۹۷ء کا ایک ادارتی نوٹ ملاحظہ ہو جس کا عنوان ہے: "اُردو اخبارات اور گورنمنٹ کی بدگمانی"

"یہ تو میں کسی طرح نہیں کہہ سکتا کہ اُردو اخبارات عالی دماغ گورنمنٹ کی نگاہوں میں ذرا بھی قابلِ وقعت ہوسکتے ہیں کیونکہ ان کے مہتمم دیسی لوگ ہیں اور "دیسیوں کا اعتبار" پردیسیوں کے نزدیک ذرا مشکل بات ہے۔ اگر یہ اخبارات انگریزی اخبارات کے لکیر کے فقیر بن جائیں تب بھی یہی عذر ہوگا کہ تحریر میں "دیسیت" کی بو آتی ہے۔ دیسی اخبارات کی نسبت "بمبئی گزٹ" نے بہت کچھ زہر اُگلا ہے اور غضب یہ کیا کہ سب کو ایک ہی لاٹھی ہانکا۔ میرا یہ کہنا تو غالباً گورنمنٹ عالیہ کے نزدیک بے جا نہ ہوگا کہ یہ تحریر سراسر ہٹ دھرمی اور تعصب پر مبنی ہے۔"

(سلطان الاخبار جلد ۱۰)

(اسلام پور ضلع ستارا کے مرہٹی اخبار "پرا تودا" کے ایڈیٹر مسٹر رام چندر نرائن کشلکر اور مالک اخبار کرشنا جی ہرملکر کی گرفتاری کا ذکر کرتے ہوئے ("خود مختار" اس کو کہتے ہیں") یہ خبر شائع کی گئی ہے۔

"مسٹر کرشنا جی ہرملکر اور مسٹر رامچندر نرائن کشلکر بحکم گورنمنٹ مسٹر رابرٹ "ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس" ستارا" نے زیر دفعہ ۱۲۴۔ تعزیرات ہند حرف (الف) ۱۹ مئی ۱۸۹۷ء کے اخبار مذکور میں خود مختاری کی تیاریوں کا مضمون شائع کرنے کے جرم میں گرفتار کیا"

(سلطان الاخبار۔ ۱۵ ستمبر ۱۸۹۵ء جلد ۱ ص)

(باقی)

کتابیں ملیں

تبصرے کے لئے ہر کتاب کے دو نسخے آنا ضروری ہیں۔

ہمارے نئے سکے

ناشر: پبلیکیشنز ڈویژن، دہلی۔ حجم: ۲۲×۱۸/۸ صفحات ۳۰۔ قیمت چار آنے۔ کاغذ اچھا۔

اسلامی کتب خانوں کی سیر

مصنف: محمد زبیر۔ حجم ۲۰×۳۰/۱۶ صفحات ۴۰۔ قیمت ایک روپیہ۔ کاغذ معمولی۔

بیگمات اودھ

مصنف: شیخ تصدق حسین۔ ناشر: کتاب نگر، لکھنؤ۔ حجم ۲۰×۳۰/۱۶ صفحات ۲۸۷۔ قیمت تین روپے۔ کاغذ اچھا۔

اے ایم بیگ پرنٹر پبلشر نے مسلم یونیورسٹی پریس علی گڑھ میں چھپوا کر مرکزی انجمن ترقی اُردو سلطان جہاں منزل سے شائع کیا